مذاکرہ

دینی مدارس کا نظامِ تعلیم

مرتبہ: خرم مراد

نئی صلیبی جنگ، دینی مدارس کے دروازوں پر (مئی ۹۵) میں ہم نے مدارس کے خلاف حکومت پاکستان اور مغربی حکومتوں کی مہم اور اس کے اسباب کا مختصر جائزہ پیش کیا تھا۔ ملت کی طرح مدارس بھی ابھی اس معرکہ آرائی کے لیے تیار نظر نہیں آتے۔ ہر دردمند صاحب نظر جانتا ہے کہ دونوں ایک زبردست قوتِ اجتہاد و جہاد کے ذریعے اصلاح، تغیر و تبدل اور تعمیرِ نو کر کے ہی اس معرکے میں کامیابی کی توقع کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے 'مدارس میں تغیر و اصلاح کے موضوع پر ہم قدیم و جدید علما و مفکرین کے افکار کو ایک مذاکرے کی صورت میں مرتب کر کے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ یہ اعتراف ضروری ہے کہ مختصر سے صفحات میں ایک مذاکرہ جامع نہیں ہو سکتا' اور یہ بھی کہ اس مذاکرے میں بیش تر بحث کا محور نصابِ تعلیم ہے' جبکہ نظامِ تعلیم کے دوسرے پہلو بھی اہم ہیں۔ (مدیر)

۱۔ مولانا قاسم نانوتوی: ترجمانی' سید مناظر احسن گیلانی' سوانح قاسمی، ج ۲

حد سے زیادہ تاریک اور مہیب مستقبل کا' جس سے اچانک سرزمینِ ہند میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دوچار ہو گئی تھی' مقابلہ کرنے کے لیے جو میدان میں اترا تھا' وہ جو کچھ ہو سکا کر گزرا۔ یوں اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک مستقل دینی و علمی تحریک کی بنیاد پڑ گئی۔ اپنے بانی کے نام کی نسبت سے اس کی تعبیر چاہیے کہ "قاسمیت" کے نام سے کی جائے۔

دینی تعلیم کا مستقل نظام' اس تحریک کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو ہے' جس کی بنیاد دارالعلوم دیوبند پر قائم ہے۔ مگر جس تعلیمی نظام سے مغرب نے دنیا کو روشناس کرایا ہے' اس میں سے جماعت بندی' امتحان' خصوصاً تحریری امتحان' طلبہ کی حاضری کے رجسٹر اور از قبیل دوسرے لوازم و خواص کے ایک بڑے حصے کو اس دارالعلوم میں نہ صرف قبول کر لیا گیا ہے بلکہ پوری قوت و احتیاط کے ساتھ

تعلیم کی ان جدید خصوصیات کی نگرانی بھی کی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ دیوبند میں عصری یونی ورسٹیوں کی خصوصیات کے شریک ہونے کے اسباب کیا ہوئے؟ کیونکہ مسلمانوں میں تعلیم کا جو طریقہ مروج تھا' اس میں ہم ان جدید خصوصیتوں کو نہیں پاتے' افادیت اور عدم افادیت کی بحث جداگانہ ہے۔

[جہاں تک میرا خیال ہے]' ہندستان کی نئی حکومت نے جو عربک کالج دلی میں قائم کیا' اس کے صدر مولانا مملوک العلی سے بانی دارالعلوم نے تعلیم حاصل کی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی' اور ان کو دینی زندگی سے منحرف کرنے کی کوششوں کے مقابلے کے لیے دینی علوم کی عمومیت کے لیے کیا کرنا چاہیے' اور نئے حالات کی رو سے تعلیم وتدریس کے نظام میں کن اصلاحات کی ضرورت ہے' ان مسائل کے حل کے لیے دلی عربک کالج کے ماحول میں "نظریات" کو "عملی قالب" میں دیکھنے کے مواقع آپ کو ملے۔ ایسی صورت میں کوئی وجہ نہ تھی کہ اجتماعی درس وتدریس کے جس طریقے کا آپ مشاہدہ فرما رہے تھے' اس سے استفادے کی تدبیریں آپ کے دماغ میں نہ آئی ہوں۔

حضرت نے بطور وصیت نامے کے ان بنیادی اصولوں کو قلم بند فرمایا جن پر آپ نے اس دارالعلوم کی بنیاد قائم فرمائی تھی' اور وصیت فرمائی کہ آیندہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں دارالعلوم کے نظم ونسق کی باگ آئے' وہ ان اصولوں کی روح کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔

اسی تحریر خاص میں ایک دفعہ ان الفاظ میں بھی ہے کہ "دارالعلوم کا تعلق عام مسلمانوں سے زائد سے زائد ہو' تاکہ یہ تعلق خود بخود مسلمانوں میں ایک نظم پیدا کرے' جو ان کو اسلام اور مسلمانوں کی اصل شکل پر قائم رکھنے میں معین ہو"۔ گویا دارالعلوم کا مسلمانوں سے "جمہوری تعلق ہو' جو ایک کو دوسرے کا محتاج بنائے رکھے"۔ اسی بنیاد پر آپ آمدنی کے کسی مستقل ذریعے کے قائم کرنے کے خلاف تھے کہ 'حکومت یا کسی رئیس کی دوامی امداد' یا مستقل جائداد' کی صورت میں عام مسلمانوں سے احتیاجی رشتہ دارالعلوم کا باقی نہ رہے گا۔

اسی طرح' دینی زندگی کی حفاظت کے لیے اس جدید تعلیمی نظام میں' حضرت کے نزدیک' ہمارے قدیم علما کی تدریس وتعلیم کا انفرادی طریقہ قطعاً ناکافی تھا' اور مشاہدے سے اس کی تصدیق بھی ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ 'کیفیت میں ترقی تو اسی طریقے سے ہوتی ہے' لیکن علم کی وسعت اور علما کی تعداد بڑھانے کی واحد صورت یہی ہے کہ درس وتعلیم کے اجتماعی طریقے کو اختیار کیا جائے۔ اس لیے آپ ایسا نظام قائم کرنا چاہتے تھے جس میں حتی الوسع تعلیم کے عصری لوازم اور تقاضوں کو بھی سمونے کی صورت نکالی جائے۔

جس زمانے میں [آپ ان نظریات کے لیے جگہ ڈھونڈ رہے تھے]' آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے